دستِ مبارک سے اس کی داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی، تین ہزار فاقہ بست جسموں اور بابرکت ہاتھوں نے بیس روز میں یہ کام پورا کیا شدید سردی کی راتیں تھیں، تین تین روز کا فاقہ تھا، فداکارانِ اسلام اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینک رہے تھے اور جوش ایمان اور ولولۂ محبت میں کہتے جاتے تھے۔

نحن الذی بایعوا محمدًا　　علی الجہاد ما بقینا ابدًا

خود سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اس کام میں شریک ہیں، جسم مبارک گرد سے اٹا ہوا ہے اور اٹھا اٹھا کر مٹی پھینک رہے ہیں، زبان پر یہ رجز ہے:

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا　　ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃ علینا　　وثبت الاقدام ان لاقینا

پتھر کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی جس پر کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی، جاں نثارانِ اسلام پریشان تھے کہ حضورؐ قریب تشریف لائے، تین دن کا فاقہ تھا، شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا، اسی حالت میں کدال ماری تو چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی حضرت سلمان کے اس برمحل اور قیمتی مشورے سے اثر پذیر ہوکر مہاجرین و انصار دونوں بے تابانہ اور والہانہ انداز میں پکار اٹھے، "سلمان منا" مہاجرین کہتے تھے۔ "سلمان ہماری برادری اور خاندان میں شامل ہیں" انصار کہتے تھے "سلمان ہمارے ہیں اور ہم میں داخل ہیں" آنحضرتؐ نے انصار و مہاجرین کے ان ولولہ انگیز نعروں کو سن کر فرمایا "سلمان منا اہل البیت" "سلمان ہمارے خاندان اور اہل بیت میں شامل ہیں" یہ نعرے کس کے لیے لگ رہے تھے۔ یہ عزت و احترام کے بام عرش پر کس کو پہونچایا جا رہا تھا۔ ایک ایسے شخص کو جس نے ایمان اور حق کی تلاش و جستجو کے لیے آزادی کی زندگی کی جگہ غلامی کی زندگی پسند کی تھی اور اسی حق کے لیے جہاد اور آزادی کی زندگی میں آیا تھا۔ حق کی جستجو میں تڑپنے والے اس پاک باز سے سوال کیا گیا۔ تمہارا نسب کیا ہے اور تمہارے

والد کا کیا نام ہے؟" اس شیدائے حق اور جاں نثارِ نبی نے جواب دیا "سلمان ابن اسلام" (سلمان فرزند اسلام) حدیث شریف میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "جنت تین شخصوں کی خاص طور پر مشتاق ہے علی، عمار، سلمان" سلمان کے متعلق محدثین اس کی وجہ بیان کرتے ہیں: "لان سلمان وقع فی الغربۃ مدۃ کثیرۃ من الزمن وابتلی بالعبودیۃ والمحن" یعنی سلمان ایک طویل مدت تک غربت اور بے کسی میں رہے اور غلامی کی آزمائش اور طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے اس کے باوجود ان کے پائے صبر و استقلال میں لغزش نہیں آئی۔

دیگر فضائل کے علاوہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ شرف ہی کیا کم ہے کہ بڑے بڑے اصحابِ کرام اور اَجلّہ خلفاء کی موجودگی میں بھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدارِ خاص تھے، تمام صحابہ ان کو "صاحبِ سرِّ رسول اللہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے، یہ ہمرازی اور رازداری کیا تھی اور یہ لقب ان کو کیوں ملا تھا، عام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں، ان کے نسب ناموں اور ان کے مکر و خداع کے پیچ و خم سے حذیفہ سب سے زیادہ باخبر تھے، اس خاص کام میں حضورؐ نے انہی کو اپنا ہمراز بنا رکھا تھا اور ان کو منافقین کے رازہائے سربستہ سے آگاہ فرمایا کرتے تھے، ان کی اسی خصوصیت کا اثر تھا کہ فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں ان سے دریافت کیا "أفی عمالی احدٌ من المنافقین؟ قال نعم واحد، قال من ھو، قال لا اذکرہ، قال حذیفہ فعزلہ، کانما دل علیہ" یعنی فاروق اعظم نے حذیفہ سے دریافت کیا "میرے عاملوں میں کوئی منافق تو نہیں ہے؟" حذیفہ نے جواب دیا "ہاں ایک ہے" پوچھا وہ کون ہے، حذیفہ نے کہا "اس وقت نہیں بتاتا" حذیفہ کا بیان ہے کہ عمر فاروق نے بہرحال اس شخص کو معزول کر دیا، خلیفۂ ثانی ایسے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے جس میں حذیفہ نہ ہوں، یہی خلش رہتی تھی کہ

حذیفہ کی عدم شرکت کے کوئی معنی ہیں، اس لئے کبھی کبھی مجمع سے برملا دریافت کرتے تھے "حذیفہ بھی موجود ہیں یا نہیں؟" حذیفہ نہ ہوتے تو اس جنازے کی نماز میں شریک نہ ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک خاص عالم کیف میں ساتھیوں سے فرمایا کسی چیز کی تمنا کرو، ساتھیوں نے ایسے گھر کی تمنا کی جو سونے چاندی اور جواہرات سے بھرا ہوا ہو اور وہ اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کریں، عمر فاروقؓ نے والہانہ انداز میں فرمایا لیکن ابوعبیدہ، معاذ بن جبل اور حذیفہ بن الیمان جیسے انسانوں کی آرزو اور تمنا کرتا ہوں کہ ان کو خدمت خلق کے لئے ذمہ دارانہ عہدوں پر مقرر کروں اور وہ احکام خداوندی کی اطاعت بجالائیں۔ اس کیف آور گفتگو کے بعد خلیفۂ امت نے حضرت ابوعبیدہ کے پاس کچھ مال بھیجا اور کہا دیکھو یہ اس مال کا کیا کرتے ہیں، ابوعبیدہ نے وہ مال ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا، اسی طرح حضرت حذیفہ کے پاس ایک رقم بھیجی اور کہا دیکھو وہ اس رقم کو کس مصرف میں لاتے ہیں، حذیفہ نے ساری رقم حاجت مندوں کو دے دی، اب حضرت عمرؓ کو یہ کہنے کا موقع ملا "سوچو میں نے تم سے کیا کہا تھا" نہاوند کے مشہور و معروف معرکے میں حضرت نعمان بن مقرن کی شہادت کے بعد امیر الجیش حذیفہ ہی بنائے گئے اور ہمدان، رَے اور دینور انہی کے ہات پر فتح ہوئے، فاروق اعظم نے اپنے زمانۂ خلافت میں حضورؐ کے اسی ہمراز خادم کو مدائن کا عامل بنا کر بھیجا تھا، حذیفہ مدائن پہونچے تو شہر کے عوام نے ان کا پرجوش استقبال کیا اور خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ان سے دریافت کیا "جس چیز کی ضرورت ہو بتائیے"۔ مدائن کے اس افسر اعلیٰ نے کہا "مجھے صرف معمولی کھانے اور اپنے گدھے (سواری) کے لئے گھاس کی ضرورت ہے، جب تک تمہاری خدمت کے لئے یہاں ہوں میری صرف یہی ہے، ایک زمانے کے بعد امیر المومنین نے ان کو بلا بھیجا، حذیفہ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے اور امیر المومنین کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو راستے میں کہیں چھپ کر بیٹھ گئے، "عاملِ مدائن" کو جب

اسی حالت میں دیکھا جس حالت میں عامل کرتے وقت اپنے سے جدا کیا تھا تو بے اختیارانہ ان کو لپٹ گئے اور کہا "انت اخی وانا اخوک"

ذکر سلمان پاک اور ان دو بلند پایہ اصحاب رسول اللہ کے مزارات پر حاضری کا چل رہا تھا، اسی خطے میں بعض تابعین اور اہل بیت کرام کے مزارات بھی ہیں، ان مزارات پر بھی فاتحہ پڑھی اور تھوڑی مسجد کے امام صاحب کے پاس بیٹھے، امام صاحب سنجیدہ اور باوقار عالم دین ہیں، ان سے باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا لیکن اندھیرا ہوگیا تھا اور ہمارے گائڈ اور لائق انجینیر شیخ محمد شامل اور ہندوستانی سفارت خانے کے ٹرانسلیٹر مولوی عبدالودود صاحب اعظمی کا اصرار تھا کہ جلد آگے بڑھیں۔ ہمارے آج کے پروگرام میں "طاق کسریٰ" کا معائنہ بھی شامل تھا، شیخ محمد شامل نے بتایا کہ "طاق" یہیں سامنے ہے، اگرچہ رات ہوگئی تھی لیکن اس غیر معمولی تاریخی عمارت اور اس کے کھنڈروں کا دیکھنا بھی ضروری تھا، ہم لوگ مسجد کے احاطے سے باہر آکر موٹر پر سوار ہی ہوئے تھے کہ "طاق کسریٰ" کے نیچے پہونچ گئے، اس پر ہیبت اور عظیم الشان اجڑی ہوئی محراب کا نظارہ جس سمت سے زیادہ صاف اور کھلا ہوا ہوسکتا تھا اندھیرے کی وجہ سے ہم وہاں نہیں گئے اور جاکر بھی کیا کرتے کہ مقصد نظارہ نہیں عبرت پذیری تھا اور اس کے لئے نہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں تھی، میرے سامنے اس وقت جغرافیہ کی کوئی کتاب نہیں ہے اور سچی بات یہ ہے کہ کسی کتاب کے مطالعہ کی فرصت بھی نہیں ہے ورنہ فتوح البلدان بلاذری کا اور معجم البلدان یاقوت حموی کا مطالعہ کرتا اور اس محل کے کھنڈروں کے در و بست کی نشان دہی کرتا، یہ بظاہر اس قصر ابیض کی محراب کا ایک ٹکڑا ہے جس کے مفتوح ہونے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، ہم اس ٹوٹی ہوئی محراب کی بلندی اور قدامت کو دیکھ کر اوراقِ ماضی میں گم ہوگئے اور مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا نقشہ سامنے آگیا — ابھی لوٹ ہی رہے تھے کہ